ظاہری مذہب کا عروج وزوال

* ڈاکٹر زیتون بیگم

پہلی صدی ہجری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین کبار کی صدی کہلاتی ہے۔ اس صدی کے وسط تک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بہت بڑی تعداد بہ قید حیات رہی۔ اس کے بعد ان کے شاگرد اور اصحاب جہاں تعلیم و تربیت کے فرائض انجام دیتے رہے وہاں سیادت وقیادت اور اجتہاد واستنباط کے امور سے بھی پوری طرح وابستہ رہے ___ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو چونکہ نجوم ہدایت کی حیثیت حاصل تھی اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی براہِ راست تربیت سے مستفید ہوتے تھے اس لیے ان کے اقوال وافعال اور قضایا وفتاویٰ پر عمل کرنے میں کسی کو تردد نہیں تھا۔

دوسری صدی ہجری میں صورت حال مختلف ہوگئی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے ''اصحاب'' جنہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے براہِ راست استفادہ کیا اور ان کے افعال کا مشاہدہ کیا تھا۔ اب دُنیا سے رخصت ہوگئے۔ تیسری اور چوتھی نسل کے پاس جو روایات منتقل ہوگئیں ان میں وسائط کا اضافہ ہوگیا۔ روایات کے اختلافی پہلو منظر عام پر آ گئے۔ اب ضرورت اس بات کی تھی کہ احادیث وآثار کے ذخیرہ سے کس طرح استنباط کیا جائے اور احکام کے اعتبار سے اُمتِ مسلمہ کے افراد کی رہنمائی کس طرح کی جائے۔ اس مقصد کے لیے جہاں محدثین نے روایات کی تدوین شروع کی وہاں فقہاء نے ان روایات سے استخراج اور استنباط کا کام شروع کیا۔

نتیجۃً دوسری صدی ہجری میں مختلف فقہی مکاتبِ فکر کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ ان مکاتبِ فکر میں سے ایک مکتبِ فکر اصطلاح میں ظاہری مکتبِ فکر کہلاتا ہے۔ اس مقالہ میں اجمال کے ساتھ اس مکتبِ فکر کے آغاز، عروج اور زوال کا مطالعہ کیا گیا ہے۔

کسی فرقہ کے منصۂ شہود پر جلوہ گر ہونے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اہل فکر ونظر کی ایک جماعت اپنے مخصوص

* ڈپٹی ڈین، ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ عربی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد۔

طرز ومنہاج کے پیش نظر چند واضح قسم کے اصول وضع کریں۔ پھر اس منہج ومسلک کی پشت پناہی اور تائید وتوثیق کے لیے ایک خاص مکتب خیال ہو، جو جدل و بحث اور تبلیغ وتدریس کے ذریعہ اس کی اشاعت کا فریضہ ادا کرتا ہے۔

اس میں شبہ نہیں کہ یہ فرق و مذاہب آغاز اختلاف ہی میں پیدا نہیں ہوتے، ابتدائی مرحلہ میں محض اختلاف پیدا ہوتا ہے۔ پھر اختلافی اقوال میں پختگی اور نکھار پیدا ہو جاتا ہے۔ ہر فرقہ کے پیروکار اپنے مخصوص افکار ونظریات سے آشنا ہوتے جاتے ہیں۔ اس طرح فرقہ ومذہب کی بنیاد پڑتی ہے۔(۱)

جس طرح کسی فرقہ ومذہب کی بنیاد پڑنے کے پس منظر میں کئی عوامل کارفرما ہوتے ہیں۔ اسی طرح ظاہری مذہب کی بناء وبنیاد میں بھی کئی عوامل کارفرما ہے۔

ان عوامل کو تین اجزاء میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

1- عقلی　　2- سیاسی　　3- مذہبی

1- عقلی عوامل

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (مہاجرین وانصار) اور تابعین قرآن کریم کے چشمۂ صافی سے اپنے عقائد اخذ کیا کرتے تھے۔ انہیں بخوبی معلوم تھا کہ ذاتِ باری تعالیٰ کن صفات حسنہ کی جامع اور کن نقائص سے مبراء وپاک ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان میں عقائدی اختلاف رُونما نہیں ہوا۔ جب آنحضور ﷺ راہی عالم بقاء ہوئے، اور مسلمانوں کو قدیم مذاہب وادیان کے لوگوں سے گھلنے ملنے کا اتفاق ہوا تو ان میں کچھ ایسے لوگ بھی نظر آئے جو تقدیر کو مانتے تھے، کچھ ایسے بھی لوگ تھے جو منکر تقدیر تھے۔ ایسے حالات میں مناقشات کا ظہور ہوا۔ تقدیر کا مسئلہ اٹھا تو اس کے ساتھ ہی ذہنوں میں طرح طرح کے شکوک وشبہات پیدا ہو گئے۔ عقل پریشان ہو کر رہ گئی۔ مسئلہ تقدیر مناظرات ومجادلات کا اکھاڑہ بن کر رہ گیا۔ لوگوں میں عقلی وفلسفی کئی طرح کے رجحانات پیدا ہو گئے۔ ان مناقشات سے ان کا فکری اور نفسی اضطراب بڑھتا ہی چلا گیا اور اس میں کوئی کمی پیدا نہیں ہوئی۔ دین سے بے بہرہ لوگوں نے مسئلہ تقدیر کو اپنے اعمال کا دارومدار بنالیا۔

مسلمان جب رومیوں، یونانیوں اور اہل ایران سے گھل مل گئے تو ان میں فلسفیانہ افکار نے رواج پانا شروع

کردیا۔ یہ اقوام فلسفہ کی بڑی قدر دان تھیں (۲) فارس کی طرح عراق میں بھی فلسفیانہ مدارس پائے جاتے تھے۔ بعض عربوں نے ان مدارس میں فلسفہ کی تعلیم حاصل کی تھی، مثلاً حارث بن کلدہ اور اس کا بیٹا نضر بن حارث انہی مدارس کے تربیت یافتہ تھے۔ جب ان ممالک میں اسلام پھیلا تو ان ممالک میں بڑے بڑے فلسفہ دان لوگ موجود تھے۔ بعض مسلمانوں کو بھی فلسفہ کی تعلیم دیتے تھے۔ ملک شام کے لوگ فلسفہ میں خصوصی مہارت رکھتے تھے۔

فلسفیانہ افکار کے رواج پانے سے عقائد کی بحث چھڑ گئی۔ بعض علماء نے یہ مسئلہ کھڑا کر دیا کہ آیا یہ صفاتِ خداوندی عین ذات ہیں یا غیر ذات؟ کیا کلام خدا کی صفت ہے؟ کیا قرآن کریم مخلوق ہے یا غیر مخلوق؟ اسی طرح افکار و آراء کا یہ سلسلہ پیہم جاری و ساری رہا (۳) جس کے نتیجہ میں علماء کی مختلف جماعتیں بن گئیں۔ ہر جماعت کے مخصوص افکار و آراء ہوتے تھے۔ وہ انہی بحثوں میں لگے رہتے اور اپنی تحقیق و تجسس کو اسی کے دائرہ میں محدود کر دیتے تھے۔ اس سے مختلف اعتقادی مذاہب کی بنیاد پڑی اور ظاہری مذہب بھی فلسفہ کی موشگافیوں سے دامن نہ بچا سکا۔ ظاہری فقہ کے بانی داؤد بن خلف ظاہری نے خلق قرآن، نفی صفات وغیرہ کے مسائل میں اپنے افکار و آراء پیش کیں۔ جو بلاشبہ فلسفہ و اعتقادی مناظرات کے سلسلہ میں پردہ ذہن پر نمودار ہوئیں، اور نئے طرزِ فکر کو پیش کرنے میں ممد و معاون ثابت ہوئیں۔

2- سیاسی عوامل

مسلمانوں میں مذہبی فرقوں کی بنیاد میں سیاسی اور گروہی مفادات نے اہم کردار ادا کیا۔ حضور اکرم ﷺ کی وفات کے بعد خلافت کا مسئلہ وہ پہلا مسئلہ تھا جس کی بنیاد پر مسلمانوں میں اختلافات نے شدت اختیار کی۔ مسلمانوں کی آراء اس مسئلہ میں باہم مختلف ہوتی چلی گئیں، اور مسلمان باقاعدہ تین گروہوں میں کھل کر سامنے آئے۔ انصار خلافت کو اپنا حق، مہاجر اپنا، اور اہل بیت اپنا حق گردانتے تھے۔ مہاجرین کی معاملہ فہمی اور پیش قدمی سے اختلافات کا دروازہ مختصر مدت کے لیے بند ہوا تھا۔ مگر اپنے نتائج کے طور پر اہل سنت اور شیعان علی دَو (2) گروہ پیدا کر گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دَورِ خلافت میں خارجی فرقہ پیدا ہوا، جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف تھا۔ بنو اُمیہ کے دَور میں شیعان علی رضی اللہ عنہ اور شیعان بنو اُمیہ کے درمیان سیاسی کشمکش نے حالات کو

ایک اور رُخ پر ڈال دیا۔ اسی عہد میں حکومتی اقدامات کی حمایت میں جبریہ کا فرقہ وجود میں آیا جو حکومتی اقدامات کو مشیت ایزدی قرار دیتے تھے۔ قدریہ کا فرقہ اس کے ردِعمل کے طور پر وجود میں آیا۔ جس نے حکومتی اقدامات کے خلاف آواز بلند کی۔ (۴)

جب سیاسی اختلافات بڑھنے لگے تو سیاسی میدان میں فکری جدل و بحث کا آغاز ہوا۔ جو سیاسی انتشار سے کسی طرح کم نہ تھا۔ بلکہ یہ دونوں ایک دوسرے سے غذا پاتے اور قوت و زندگی حاصل کرتے۔ خوارج پہلے پہل حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف نبرد آزما ہوئے، پھر بنواُمیہ کے خلاف ڈٹ گئے۔ شیعہ کے معرضِ وجود میں آنے کے باعث جنگ و جدل کا بے بنیاد سلسلہ شروع ہوا۔ جو عباسی خلافت کے قائم ہونے پر انجام کو پہنچا۔ عباسیہ کو آغازِ دعوت میں شیعان علی رضی اللہ عنہ کی حمایت حاصل تھی۔ کیونکہ ان کو برسر اقتدار لانے میں ایرانیوں کا بڑا ہاتھ تھا۔ سیاسی مذاہب اور واقعات و حوادث کی یہ کشمکش جاری رہی۔ امامت کے اختلافات ان چار فرقوں کی باہمی بحث و مناظرے اور جنگ و جدل کی شکل میں رُونما ہوئے۔ (۵) جنہوں نے حضرت علی و معاویہ رضی اللہ عنہم کی خلافت میں اختلافات کی وجہ سے جنم لیا تھا۔ اور یہی وہ بحثیں تھیں جن سے ذہن عربی کے مطلع پر دلائل و ثبوت فراہم کرنے اور نئے نئے مسائل استنباط کرنے کی قوتیں چھا گئیں تھیں۔ کیونکہ ان بحثوں کا تمام تر دارومدار قرآن مجید کی تاویلات، اور وضع حدیث پر ہوتا تھا۔ اس ضمن میں شخصیات کو پیدا کرنے اور ہوا دینے کے لیے شاعری کو آلہ کار بنایا جاتا، سیاسی مسائل اور دینی تعلیمات کے لیے پرزور و مدلل تحریریں شائع کی جاتیں۔ مناظروں اور خطبوں سے کام نکالا جاتا۔ حجاز میں ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے حامیوں کی جماعت تھی، شام میں بنواُمیہ کے جانثاروں کی ٹولی تھی۔ عراق میں شیعہ تھے۔ جو اہل بیت کی طرف دعوت دیتے تھے۔ ان سب سے الگ خوارج تھے جو ان تمام فرقوں کے باغی اور ان سب کے منکر تھے۔ ان میں سے ہر جماعت خلافت کے بارے میں اپنی الگ رائے، جداگانہ نظریہ، کتاب و سنت سے علیحدہ دلیلیں اور خطبات و شاعری کا معتبر مواد رکھتی تھی۔

اگرچہ سیاسی اختلاف یا بالفاظ دیگر سیاسی فرقوں کا آغاز سیاسی امور سے ہوا۔ مگر اسلامی سیاست دین سے کوئی الگ چیز نہیں ہے۔ بلکہ دین ہی اس کا مغز و قوام ہے یہی وجہ ہے کہ سیاسی مذاہب کے اصول و مبادی کا مرکز و محور ہمیشہ دین اسلام ہی رہا۔ یہ فرقے کبھی دین سے قریب آجاتے اور کبھی ایسی فروعات و تخریجات کی بناء پر جو دین سے الگ

تھلگ ہوتیں، مذہب سے دُور نکل جاتے۔ ان فرقوں نے براہِ راست اپنے میلانات ور جحانات کے اعتبار سے اصولِ دین سے متعلقہ مباحث مثلاً ایمانیات و معتقدات میں حصہ لیا اور اس ضمن میں اپنی آراء پیش کیں۔ خوارج نے لا حکم الا اللہ کہہ کر ظاہری مذہبِ فکر کا سنگ بنیاد رکھا۔ جس کی ترویج اور نشر و اشاعت ظاہری مذہب کی صورت میں اس کے بانی داؤد بن خلف ظاہری نے کی۔

3- مذہبی عوامل

اسلامی فتوحات اور نت نئے حالات سے مسلمانوں کو بے شمار مسائل جن کا تعلق زندگی کے تمام احوال و ظروف سے ہوتا تھا سامنا کرنا پڑا۔ جن کے لیے انہیں قانون بنانے کی ضرورت پڑی۔ (۶) جزیرۂ عرب میں انہیں ان قوانین کی کبھی ضرورت پیش نہیں آئی تھی۔ رئ کا نظام جزیرہ کے نظام سے مختلف اور عراق کے معاملات مصر کے حالات سے مختلف تھے۔ بے شمار مالیاتی پیچیدہ سوالات تھے۔ جن کا ان مالیاتی حالات سے کوئی واسطہ بھی نہیں تھا جن سے وہ اب تک جزیرۃ العرب میں دوچار رہتے تھے۔ علاوہ ازیں فوج اور فتوحات کے مسائل، مفتوحین اور فاتحین کے تعلقات کے تعین، مسلمانوں اور غیر مسلموں سے ٹیکسوں کے سوالات، بیاہ و شادی کی وہ صورتیں جن سے عربوں کو کبھی واسطہ نہیں پڑا تھا۔ معاملات کے وہ انواع و اقسام جن سے عرب بالکل ناواقف تھے۔ ان جرائم کا سوال جن کے عرب باشندے اپنی سادہ زندگی کی وجہ سے کبھی مرتکب نہیں ہو سکتے تھے۔ غرض یہ کہ انہیں تمام خارجی و داخلی معاملات میں اس قسم کے سوالات سے دوچار ہونا پڑا۔ عہدِ اوّل کے قانون سازوں کو بڑی مشکل درپیش تھی۔ یہ کسی کا بھی دعویٰ نہیں تھا کہ قرآن اور سنتِ صحیحہ نے صراحت کے ساتھ ان تمام مسائل کو بیان کر دیا ہے جو آج تک ہو چکے ہیں یا آئندہ ہوں گے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قانون سازی کی ایک اور بنیاد سامنے آئی۔ یہ بنیاد ''رائے'' تھی جسے بعد میں منظم کر کے قیاس کے نام سے پکارا گیا۔ اس پر بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عمل کیا چنانچہ جہاں کوئی نص نہیں ملتی تھی وہ اپنی رائے کو کام میں لاتے تھے۔ مؤرخین، محدثین اور فقہاء نے ایسے بے شمار مسائل بیان کیے ہیں۔ جن میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی رائے سے کام لیا۔ (۷)

دوسری صدی کے شروع میں اہل حدیث اور اہل الرائے کے فروعی اختلافات نے فقہ میں بھی اختلافات پیدا

کر دیئے تھے۔ جس سے عام مسلمان پریشانی کے عالم میں تھے۔ ان کے سامنے مسائل کی کوئی مدوّن شکل نہ تھی آیات متشابہات کی بناء پر علماء کے مابین اختلاف رونما ہوا۔ بہت سے اصحاب فہم وادراک ان کی تاویل وتفسیر کے درپے ہوئے، اور ان کی حقیقت کا کھوج لگانا چاہا۔ مگر کسی ایک نتیجہ تک نہ پہنچ سکے، بلکہ ہر ایک نے جداگانہ تاویل کا شاخسانہ کھڑا کر دیا۔(۸)

لہذا غور وفکر سے استنباط احکام کرنا ضروری ہوا۔ استنباط احکام کے نتیجہ میں جو اختلاف پیدا ہوا اس سے مختلف فقہی مذاہب کی بنیاد پڑی۔ ہر مکتب فکر وفقہ کا طریق ومناہج استنباط جداگانہ ہے۔ ہر فقیہہ اپنے عقل ومنطق کی پیروی کرتا ہے۔ چنانچہ اہل الرائے نے قرآن وحدیث کے ساتھ ساتھ قیاس ورائے سے کام لیا۔ جب کہ دوسرا گروہ اہل حدیث نے قرآن وسنت اور حدیث کی نصوص پر اعتماد کیا، اور فرقہ ظاہری نے ان دونوں گروہ سے علیحدہ طریقہ استنباط اختیار کیا۔ اس نے کتاب وسنت کے ظواہر پر اعتماد کیا۔ اہل الرائے کی ضد کے نتیجہ میں ظاہری مذہب کائنات ہستی پر جلوہ گر ہوا۔ یہ تھے وہ عوامل جن کی بناء پر ظاہری مذہب سطح ہستی پر نمودار ہوا۔

ظاہریت کی اصطلاح

خلافت راشدہ میں اور اس کے فوراً بعد اموی دَور میں اسلامی سلطنت کی حدود چین سے اندلس تک پھیل گئیں جدید حالات نے جدید فتووں کا ایک انبار اہل علم کے سامنے لگا دیا۔ قرآن وسنت سے ان کے صریحاً دلالۃ النص، اشارۃ النص یا اقتضاءً جوابات تلاش کرنے کی مخلصانہ کوششیں شروع ہوئیں، جنہیں اصطلاح کی زبان میں اجتہاد کہا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں باقی تمام اہل علم سے ائمہ اربعہ بازی لے گئے۔ ان کے اجتہاد کی پختگی کی وجہ سے ان میں سے ہر ایک کا اپنا مستقل مکتب فکر پیدا ہوا۔ قرآن حکیم، حدیث رسول، اجماع صحابہ اور قیاس، ذرائع استنباط ٹھہرے۔ ہر ایک نے اپنے اپنے اندازِ فکر سے کام لیتے ہوئے ان ذرائع سے استنباط کیا۔ کسی نص سے اس کے حکم کے لیے علت کا استخراج کرنا اور پھر جہاں جہاں وہ علت پائی جائے وہاں اس نص کا حکم چسپاں کرنا قیاس کہلاتا ہے۔ اہل علم میں اس ایک گروہ نے قیاس کا انکار کیا، اور یہ کہا کہ قرآن وسنت کے ظاہری معانی ومطالب پر عمل درآمد دین ہے اور قیاس باطل ہے۔ اس بناء پر ان حضرات کو ظاہری کا نام دیا گیا۔ ابوسلیمان داؤد بن علی الاصبہانی (متوفی 270ھ) کو اس مکتب فکر کا بانی خیال کیا جاتا ہے۔

پطرس بستانی ظاہریہ کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

((ظاهرية فرقة من المسلمين منقول بالظاهر ، ونفى القياس العقلى ، وهو مذهب وضعه داؤد بن على وفرقه الظاهرية هم المتعلقون بظواهر الألفاظ من كتابهم ويسمونه الصدوقية))(۹)

''ظاہریہ مسلمانوں کا ایک فرقہ ہے جو ظاہری معانی کو اخذ کرتا ہے اور قیاس العقلی کی نفی کرتا ہے۔ یہ مذہب داؤد بن علی نے وضع کیا۔ اہل ظاہر قرآنی الفاظ کے ظاہری معنی لیتے ہیں اور اسے ''الصدوقیہ'' کا نام دیتے ہیں (یعنی صحیح و درست و سچے معانی و مطالب)

اہل ظاہر کے بارے میں ''انسائیکلوپیڈیا آف اسلام'' کا مقالہ نگار رقم طراز ہے:

'' ظاہریہ ایک دبستان فقہ ہے۔ جس میں احکام کا استخراج الفاظ قرآن اور سنت کے ظاہری معانی سے کیا جاتا ہے۔ اس میں رائے، قیاس، استحسان، اور استصواب کے علاوہ تقلید کی بڑی سخت مخالفت کی گئی ہے''۔(۱۰)

ادباءالعرب میں پطرس بستانی یوں رقم طراز ہیں:

((جعل محور مباحثه ظاهر الكلام بدون تأويل او تفسير))(۱۱)

"داؤد بن علی نے بحث و جدل کا مرکز بغیر تاویل و تفسیر کے کلام کے ظاہری معانی کو بنالیا"

احمد امین مصری یوں رقم طراز ہیں:

((وقد نبغ فى تخريج المذهب الظاهرى نبوغاً جعله اماما يقتدى به حتى عدّ صاحب مذهب الظاهرى ، وعرف اتباعه بالحزميه))(۱۲)

پطرس بستانی ''دائرہ المعارف الاسلامیہ'' میں لکھتے ہیں:

((والظاهرية ايضاً لقب الصدوقين فى بعض كتب العرب من ذلك قول ابن خلدون فى ما نقل عن ابن كريون۔ وفرقه الظاهرية هم المتعلقون بظواهر الالفاظ من كتابهم و يسمونه الصدّوقية))(۱۳)

"عربوں کی بعض کتب میں اہل ظاہر کو 'صدوقیون' لقب سے بھی نوازا گیا ہے۔ اس میں سے وہ ابن خلدون کا قول نقل کرتے ہیں جسے انہوں نے ابن کریون سے روایت کیا کہ فرقہ ظاہریہ قرآن کے الفاظ کے ظاہری معنی لیتے ہیں اور اسے "الصدوقیۃ" کا نام دیتے ہیں"۔

الغرض ظاہری مسلک کے اتباع کرنے والوں کو اہل ظواہر کے علاوہ الصدوقیون، الداؤدیون اور الحزمیون کے لقب سے بھی نوازا گیا۔

آغازِ ظاہریہ

واقعہ یہ ہے کہ ظاہری اندازِ فکر Way of Thinking نبی اکرم ﷺ کے دور مبارکہ میں موجود تھا اور حضور اکرم ﷺ نے اسے ناپسند نہیں کیا۔ اس کا ثبوت درج ذیل حدیث سے ملتا ہے:

((عن عبد اللّٰہ بن عمرؓ قال ۔ قال النبی یوم الاحزاب لا یصلین احد العصر الا فی بنی قریظۃ فادرک بعضھم العصر فی الطریق ' فقال بعضھم لا نصلی حتی نأتیھا ۔ وقال بعضھم بل نصلی ۔ لم یرید منّا ذلک ۔ فذکر ذلک للنّبی ﷺ ، فلم یعنف واحداً منھم))(۱۴)

"عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنگِ احزاب کے موقع پر حضور اکرم ﷺ نے حکم دیا کہ کوئی شخص بنو قریظہ کی بستی سے پرے نماز عصر نہ پڑھے۔ بعض لوگوں کو راستے ہی میں نماز عصر کا وقت آ گیا۔ بعض نے کہا ہم تو نماز وہاں پہنچنے سے پہلے نہیں پڑھیں گے بعض دوسروں نے کہا ہم تو پڑھیں گے، حضور اکرم ﷺ کا یہ مقصد نہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ سے اس صورت حال کا تذکرہ کیا گیا تو آپ ﷺ نے کسی سے کوئی سختی نہ کی"۔

حدیث مذکور میں جس گروہ نے کہا تھا کہ ہم نماز نہیں پڑھیں گے جب تک بنی قریظہ میں نہ پہنچ جائیں۔ یہ دراصل اصحابِ ظاہر ہی تھے۔ کیونکہ ظاہریت ظاہر نص اور اس کی حرفیت پر انحصار و اعتماد ہی کا نام ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ ان لوگوں نے داؤد بن علی اور ابن حزم کی طرح ظاہریت کے اصول وضع نہیں کیے اور نہ ہی دوسروں کی قیاس کی تردید میں وہ دلائل دیئے جو بعد میں اصحاب ظاہر نے دیئے۔ تاہم صورتحال کا بغور جائزہ لینے سے یہ بات روز روشن

کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ ان لوگوں کا اندازِ فکر بعد میں ظاہری کے لقب سے مشہور ہونے والے حضرات سے ہم آہنگ تھا۔ ابن حزم ''جوامع السیرۃ'' میں لکھتے ہیں:

''اگر ہم وہاں ہوتے تو نماز بنی قریظہ میں جا کر پڑھتے۔ اگرچہ کئی دن صرف ہو جاتے (۱۵) کیونکہ یہ بالکل ایسا تھا جیسے حضور اکرم ﷺ کے حکم سے مزدلفہ میں مغرب کی نماز عشاء کے وقت میں اور عرفات میں عصر کی نماز ظہر کے وقت پڑھی جاتی ہے''۔

لہٰذا ابن حزم کے اس قول سے اس بات کی تصدیق ہو جاتی ہے کہ ظاہریت کا آغاز حضور ﷺ کے دور میں ہو چکا تھا۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ اس کا انداز ایک مکتب فکر کا نہیں تھا۔

دورِ صحابہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں خوارج نے مسئلہ تحکیم میں لا حکم الا اللہ کہہ کر ظاہری اندازِ فکر کا سنگ بنیاد رکھا (۱۶) میرا یہ مقصد نہیں کہ اہل ظاہر خوارج کی طرح جادۂ مستقیم سے منحرف تھے یا خوارج کی طرح نصوص کتاب وسنت کا ظاہری مطلب مراد لینے میں مبالغہ آمیزی سے کام لیتے تھے یا خوارج کی طرح اپنے مخالفین کی تکفیر کرتے تھے، بلکہ میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ خوارج اوّلین لوگ تھے جنہوں نے ظواہر کتاب وسنت سے وابستہ رہنے کی بنیاد ڈالی۔ الغرض ظاہریت کا سنگ بنیاد قرن اوّل میں رکھا جا چکا تھا لیکن اسے ایک مکتب فکر کی حیثیت سے داؤد بن علی بن خلف نے دی۔

میں نے ظاہری مکتب فکر کے آغاز کا سراغ لگانے کے لیے جتنی کتابیں دیکھی ہیں۔ ان سب میں داؤد بن علی ہی کو ظاہری مکتب فکر کا بانی قرار دیا گیا ہے۔ پروفیسر ابوزہرہ بڑے حتمی اور قطعی لہجہ میں کہتے ہیں:

((وانه باجماع العلماء اوّل من اظهر القول بالظاهر))(۱۷)

''وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے کتاب وسنت کے ظاہری قول کو استعمال کیا۔

خطیب بغدادی رقم طراز ہیں:

((انه اوّل من اظهر انتحال الظاهر ونفی القياس فی الاحكام قولاً واضطّراليه فعلاً فسماه دليلاً))(۱۸)

''داؤد پہلے شخص تھے جنہوں نے ظواہر نصوص سے احتجاج کیا۔ قولاً قیاس کی نفی کی' اور فعلاً
اسے اپنانے پر مجبور ہو گئے۔ اس کا نام انہوں نے دلیل رکھا''۔

ابن ندیم ''الفہرست'' میں بیان کرتے ہیں:

((هو اوّل من استعمل قول الظاهر و أخذ بالكتاب والسنة۔ والغى ماسوىٰ ذلك من الرائ والقياس))

''وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے کتاب وسنت کے ظاہری قول کو استعمال کیا۔ اس کے علاوہ قیاس ورائے کو چھوڑ دیا''(۱۹)

الغرض ظاہری مکتب فکر کا آغاز داؤد بن علی بن خلف ظاہری نے کیا وہ پہلے شافعی المسلک تھے، آپ نے شافعی فقہ کا مطالعہ کیا۔ امام شافعی کی کتابیں پڑھیں، ان کے اصحاب وتلامذہ اور محدثین احباب سے استفادہ کیا۔ تھوڑا عرصہ فقہ شافعی سے وابستہ رہنے کے بعد بصد تحریم وتکریم اسے خیر باد کہا، اور یہ خیال ظاہر کیا کہ صرف نصوص ہی شریعت کا مآخذ ومصادر ہیں۔ دین اسلام میں علم کا حصول صرف نصوص سے ہوتا ہے اور بس قیاس کو باطل قرار دیا، اور اسے ناقابل احتجاج قرار دیا۔

داؤد بن علی کی مساعی جمیلہ سے ظاہری فقہ عالم وجود میں آئی۔ ان کے علاوہ کچھ اور لوگ بھی اس کی تائید وحمایت کا فریضہ سرانجام دیتے تھے۔ داؤد واشگاف الفاظ میں اپنے افکار وآراء بیان کرتے ہیں، اور اقوال جمہور کے دائرہ میں محدود ومقید نہیں رہتے تھے۔ آپ مجالس مناظرہ بھی منعقد کرتے اور ان میں خالص کتاب وسنت کی دعوت دیتے تھے۔ اجماع کو شرعی مسائل کی اساس قرار دیتے تھے۔ لہٰذا عراق میں یہ مذہب اپنے بانی داؤد بن خلف کی وجہ سے معرضِ وجود میں آیا۔ اس کا اثر رفتہ رفتہ ایران وخراسان تک پھیل گیا۔

1386ء میں شام سے ظاہریوں کی ایک بغاوت کا ذکر ملتا ہے۔ حالانکہ یہ مسلک وہاں پر کبھی بھی مقبول نہیں ہوا تھا، لیکن بغاوت کا مطلب یہ ہے کہ یہ مذہب وہاں پر مقبول تو نہیں لیکن رائج ضرور تھا۔

مصر میں بھی ہم المقریزی کو ظاہریہ کے رنگ میں رنگا ہوا دیکھتے ہیں۔ (۲۰) وہ لوگ جنہیں روزمرہ زندگی کے چھوٹے چھوٹے معاملات سے کوئی واسطہ نہیں پڑتا تھا، اور جو مختلف فرقوں کے مناظرات ومناقشات کو ناپسند کرتے

ہوئے کسی مخصوص مذہب کے پابند نہ رہے تھے۔ظاہری رجحانات کو بالخصوص نظریاتی طور پر اپنا سکتے تھے۔فسطاط میں ظاہری مذہب تھا۔داؤد یہ فرقے کے دروس ومجالس ہوتے تھے اور قضاوعدالتیں انہیں کے ہاتھ میں تھیں۔(۲۱)

مسلک داؤد شرق وغرب میں زندہ وتابندہ رہا۔داؤد نے بہت سی کتابیں تصنیف کی تھیں۔جو ان کے موید دلائل وبراہین پر مشتمل تھیں اور ان میں فقہی مسائل کے فروعات کے متعلق ان کے افکار وآراء بھی مندرج تھے ان آراء کی اساس انہوں نے اپنے وضع کردہ اصولوں پر رکھی تھی ظاہر ہے کہ کتابیں بذات خود ایک نہ مٹنے والے آثار ہیں۔کسی مسلک کے اتباع کرنے والے واعظ رخصت ہوجاتے ہیں مگر کتابیں باقی رہتی ہیں۔یہ فکری اعمال کا ایک دائمی ریکارڈ بنی اور علماء کی ایک زندہ جاوید یادگار رہیں۔جو دُنیا میں باقی رہتی ہیں۔(۲۲)لہذا شدید اعتراضات کے تیز وتند طوفان میں داؤد کے مذہب کو صرف ان کی تصانیف ہی نے زندہ رکھا۔

داؤد کے بعد ان کے لائق فرزند محمد بن داؤد نے ان کی جانشینی کے فرائض سرانجام دیئے جو مسلک ظاہری کی طرف دعوت دیتے رہے۔انہوں نے فقہ ظاہری کے اس ترکہ کو احادیث نبویہ کے ذخیرے سے لوگوں میں پھیلانا شروع کیا۔اور اس دور میں فقہ ظاہری احادیث نبویہ اور نص قرآن پر منحصر ہونے کی وجہ سے مقبول عام ہوتی چلی گئی، کیونکہ اس دور میں ہر طرف آراء فقیہہ اور تعریفات مذہبیہ کی گرم بازاری تھی، مزید برآں محمد بن داؤد اس دور میں بھی حریت فکر ونظر کے علمبردار تھے جب کہ دوسرے اہل مذاہب تقلید کی چاردیواری میں گھر کررہ گئے تھے جو کسی ایک مذہب سے منسلک ہوئے بغیر کتاب وسنت کے دائرہ میں نہ آتے تھے۔بنابریں تیسری اور چوتھی صدی ہجری میں ظاہری مسلک نے بلاد شرق میں بڑا فروغ پایا۔یہاں تک کہ احسن التقاسیم کے مصنف کو کہنا پڑا:

> ''چوتھی صدی ہجری میں فقہ ظاہری بلاد شرق میں چوتھے فقہی مکتب خیال کی حیثیت رکھتی تھی۔اس کے علاوہ تین فقہی مذاہب شافعی، مالکی اور حنفی تھے۔گویا مشرق میں حنبلی مسلک کی نسبت ظاہری فقہ کا زیادہ چرچا تھا''۔(۲۳)

محمد بن داؤد فاضل، ادیب، شاعر وفقیہ تھے۔انہوں نے اپنے والد کے مذہب کو تقریر وتحریر کے ذریعے پھیلایا۔انہوں نے متعدد بیش قیمت کتب تحریر کیں۔مثلاً الاصول الی معرفۃ الاصول، کتاب الانداد، کتاب الاعذار اور کتاب الانصار۔(۲۴)

محمد بن داؤد کے بعد آپ کے مقلدین میں قابل ذکر ابوالاحسن اور عبداللہ المفلس ہیں، جونہایت ثقہ، سچے اور فاضل عالم تھے۔ ظاہری مذہب کی اشاعت زیادہ تر انہی کی تصانیف سے ہوئی۔ انہوں نے کتاب الموضع، کتاب المزنی، کتاب المفصح، کتاب احکام القرآن وغیرہ تالیف کر کے ظاہری فقہ کی ترویج کی۔ (۲۵)

ظاہری فقہ مشرق سے نکل کر مغرب میں پھیلنی شروع ہوئی۔ اس کی سب سے زیادہ نشر و اشاعت اندلس میں ہوئی۔ تیسری صدی ہجری میں قرطبہ کے ممتاز علماء کی ایک جماعت علمی استفادہ کے پیش نظر عازم مشرق ہوئی۔ ان کے افکار و آراء بڑی حد تک اہل ظاہر سے ملتے جلتے تھے۔ مثلاً وہ اپنے افکار کو احادیثِ نبویہ اور اقوال و آثار سے استنباط کرتے تھے۔ انہوں نے ظاہری فقہ سے یہ بات اخذ کی تھی کہ کسی فقہی مذہب کے پابند نہ ہوں اور براہِ راست کتاب و سنت سے استفادہ کریں۔ چنانچہ ان تین علماء بقی بن مخلد، قاسم بن اصبغ اور ابن وضاح وغیرہ نے علمِ حدیث و آثار کے لیے سرزمین اندلس میں جگہ ہموار کی۔ کثرت احادیث و اسانید سے وہ مواد تیار ہوا جس سے فقہ ظاہری کا خمیر اٹھا اور اس سرسبز و شاداب خطۂ ارض میں اس مسلک کی تخم ریزی ہوئی۔ بعد میں ایسے علماء منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئے جو اعلانیہ ظاہری فقہ کو اپنانے لگے۔

ان فقہاء میں ممتاز ترین اور قوی الاثر شخصیت قاضی منذر بن سعید البلوطی تھے۔ آپ فقہ ظاہری کو ترجیح دیتے اس کی کتابیں جمع کرتے اور اس کی تائید کے لیے احتجاج کیا کرتے۔ جس سے فقہ ظاہری کی کافی ترویج ہوئی۔ ابو سعید منذر البلوطی کے علاوہ ابوالعباس المنصوری نے کتاب المصباح الکبیر اور کتاب الھادی تالیف کی۔ ابوسعید الرقی نے کتاب الاصول تصنیف کی، حسن بن عبید النصربانی نے کتاب ابطال القیاس، ابن الخلال نے کتاب ابطال القیاس، کتاب النکت، کتاب نصت الحکمۃ فی اصول الفقہ، ابراہیم بن احمد الربا عی نے کتاب الاعتبار فی ابطال القیاس اور ابوالحسن القاضی الخزرعی نے کتاب مسائل الخلاف تالیف کر کے فقہ ظاہری کی نشر و اشاعت میں بڑا حصہ لیا۔ (۲۶)

ظاہری فقہ کی حمایت و مدافعت کا فریضہ ایسے دور میں ابن حزم کو تفویض ہوا جب ان جیسی یگانہ روزگار ہستی کی ضرورت تھی۔ قاضی ابن ابی یعلیٰ نے مشرق میں اپنی شخصیت اور شخصی قوت سے فقہ ظاہری کو مٹا کر وہاں حنبلی فقہ کو رواج دیا۔ اس طرح ظاہری فقہ کا چراغ مشرق میں گل ہو گیا۔ مشیت ایزدی اس امر کی مقتضی ہوئی کہ فقہ ظاہری کی

حمایت کے لیے ابن حزم جیسے زبردست شخص کو کھڑا کیا جائے، جو ایسے نازک دور میں اس کی مدافعت کرسکیں۔(۲۷)

ابن حزم جب تک بقید حیات رہے، ظاہری مخالفین کا مقابلہ کرتے رہے۔ انہوں نے مناظرات ومجادلات کے ذریعے فقہ ظاہری کی مدافعت کی۔ یہاں تک کہ آپ اپنے اہل زمانہ میں بے یارومددگار ہو کر رہ گئے۔ آپ نے الفصل فی الملل والنحل، الاحکام فی اصول الاحکا، المحلّٰی، معجم الفقہ اور طوق الحمامہ میں مذہب ظاہری کے احکام اور افکار وآراء پیش کیں۔ کتاب الصادع، کتاب منتقی الاجماع، کتاب الامامہ والسیاسۃ اور الایصال وغیرہ جدل وخلافیات کے بارے میں تالیف کیں۔ ابن حزم ظاہری فقہ کی نشرواشاعت میں مشغول رہے، حتیٰ کہ جب فقہاء آپ کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے اور حکام آپ کے خلاف ہو گئے تو آپ اپنے مکان میں تصنیف وتالیف میں مصروف ہو گئے۔ اس طرح بہت سے تلامذہ نے آپ کی گوشہ نشینی (۲۸) سے فائدہ اٹھایا۔ وہ لوگ آپ سے ظاہری فقہ کا درس لیتے اور واپس جا کر اپنے اپنے ملک میں اس کی نشرواشاعت کرتے۔ اس طرح فقہ ظاہری ملک کے گوشہ گوشہ میں پھیل گئی۔

ابن حزم کی وفات کے بعد فقہ ظاہری کرہ ارض سے معدوم نہیں ہوئی بلکہ آپ کے اصحاب وتلامذہ نے ان کی تصانیف کی نشرواشاعت کے بل بوتے پر اسے زندہ رکھا۔ اگرچہ بلاد اسلامیہ میں آپ کے تلامذہ موجود نہ تھے تاہم علماء آپ کی کتب سے استفادہ کرتے تھے۔ سرزمین مشرق میں جس شخص نے سب سے پہلے ابن حزم کے علم کو پھیلایا وہ آپ کے تلمیذ الحمیدی تھے۔

ابن حزم کے تلامذہ اور ان کی تصانیف کی نشرواشاعت کا خاطر خواہ اثر ہوا۔ ہر زمانہ میں کوئی جید ظاہری فقیہہ ضرور ہوا کرتا تھا۔ جو ظاہری فقہ کی طرف دعوت دیتا اور اس کی پشت پناہی کرتا تھا، چنانچہ الحمیدی کے تلامذہ میں سے ابوالفضل طاہر المقدسی ہوئے۔ انہوں نے الحمیدی سے ظاہری فقہ کا درس لیا اور مشرق میں اس کی خوب نشرواشاعت کی۔(۲۹)

سرزمین اندلس کسی دَور میں ظاہری فقہاء سے خالی نہ رہی۔ چنانچہ ابوالخطاب بن دحیہ ان علماء میں سے ایک تھے جنہوں نے ظاہری فقہ کو ترویج دی۔ اسی عصر وعہد میں سلطان یوسف، یعقوب بن یوسف اور ابن تومرت الغرض سلطنت موحدین کے تمام امراء فقہ ظاہری کے حامی وپابند رہے۔ بلکہ یعقوب بن یوسف نے دیار اندلس اور مغرب

میں فقہ ظاہری کو رواج دیا۔

یہ بات قرین صدق وصواب ہے کہ چھٹی صدی ہجری کے آ واخر اور ساتویں صدی کے اوائل میں ظاہری فقہ خوب پھلی پھولی۔ سلطان یعقوب بن عبدالمؤمن جو 580 ھ سے 595 ھ تک برسر اقتدار رہا۔ انہوں نے شمالی افریقہ اور بلاد اندلس میں حکماً فقہ ظاہری کو رائج کیا اور اس کے بعد آنے والے سلاطین بھی اس کے نقش قدم پر چلے۔(۳۰)

المعجب کا مصنف لکھتا ہے:

> ''سلطان یعقوب بن عبدالمؤمن نے حدیث نبوی کی طرف دعوت دی اور ظاہری فقہ پر عمل درآمد کروایا۔ وہ صرف کتاب وسنت سے اخذ واحتجاج کی تلقین کرتا تھا۔ یہاں تک کہ اس نے فقہ مالکی پر مشتمل تمام کتب کو نذر آتش کر دیا''۔(۳۱)

سلطان یعقوب نے اسی پر بس نہ کی۔ بلکہ طلباء کی ایک جماعت کو فقہ ظاہری کی نشر واشاعت پر مامور کر دیا۔ اس سے اس کا مقصد یہ تھا کہ یہ مسلک آئندہ نسلوں تک پہنچ جائے چنانچہ اس نے علم حدیث کے طلبہ کی جانب توجہ مبذول کر کے ان پر انعامات کی بارش کی۔

سلطان یعقوب بن یوسف سے قبل بھی سلطنت موحدین کے اراکین وسلاطین پر اتباع کتب وسنت کا نظریہ غالب تھا۔ سلطان کے والد و دادا بلکہ سلطان موحدین کا داعی و بانی محمد بن تومرت بھی یہی مسلک رکھتا تھا۔ لیکن سلطان یعقوب نے اعلانیہ اس کی نشر واشاعت کی اور جبراً لوگوں کو اس کا پابند بنایا۔ ابن حزم فرمایا کرتے تھے کہ مذاہب اقتدار کے بل بوتے پر پھیلے۔ مشرق میں حنفی فقہ اور دیار مغرب میں فقہ مالکی۔ اگر وہ سلطان یعقوب کے زمانہ میں بقید حیات ہوتے تو دیکھتے کہ ان کی فقہ سلطان کے اثر ورسوخ سے ہی نہیں پھیلی تھی بلکہ جبراً لوگوں کو اس کا پابند بنایا گیا تھا اور دیگر مذاہب ومسالک یا بالفاظ موزوں تر فقہ مالکی پر مشتمل کتب جلا دی گئی تھیں۔ الغرض موحدین نے فقہ ظاہری کو حیات نوبخشی اور لوگوں کو دیگر مذاہب ومسالک کی پیروی کرنے سے روک دیا۔

یعقوب بن یوسف کے بعد کچھ دوسرے لوگ اس مذہب سے منسلک رہے جن میں سے خلیل بن شاہین ظاہری جس نے ''المواھب فی اختلاف المذاھب'' تالیف کی۔ ابن الکمال ابواسحٰق ابراہیم بن احمد اور

ابوالخطاب ابن دحیہ (متوفیٰ 632ھ) مشہور ظاہری فقہاء ہیں۔(۳۲) جنہوں نے ظاہری مذہب کوفروغ دیا اور اسے کسی حدتک زندہ رکھا۔لیکن حقیقت یہ ہے کہ ابن حزم کے بعدکوئی بھی ایسافقیہہ پیدانہ ہوسکا، جومخالفین کے دلائل کا جواب دے کران کے افکار کی تردید کرسکتا اور مذہب ظاہریہ کا دفاع کرسکتا۔حتیٰ کہ آہستہ آہستہ اس مذہب کا چراغ گل ہوگیا۔اور یوں یہ مذہب مشرق ومغرب میں اپنی چمک دمک دکھانے کے بعدغروب ہوگیا۔

حواشی وحوالہ جات

(۱) ابوزہرہ، المذاہب الاسلامیہ، ط قاہرہ، ص: 39

(۲) خواجہ غلام صادق، فلسفہ جدید کے خدوخال، ط پاکستان ٹائمز پریس ۱۹۷۸ء، ص: ۳۴۴۔

(۳) حسن ابراہیم حسن، تاریخ الاسلام السیاسی، ط ۱۹۴۸ء قاہرہ، ج: ۲۔ ص: ۱۵۔

(۴) مجلّہ صوفیہ، دسمبر ۱۹۷۴ء۔ ص: ۱۸۔ ط شعبہ فلسفہ پنجاب یونیورسٹی

(۵) W.Montgomery Watt. What is Islam. Printed in London. Page 121.

(۶) Archeology of World Religion. Finegan University Press 1952. Page 517.

(۷) احمد امین مصری، فجر الاسلام، ط ۱۳۴۷ھ قاہرہ، ج: دوئم، ص ۲۶۶

(۸) محمد نصیر الدین، تاریخ فقہ، ط ایجوکیشن پریس، لاہور ۱۳۷۲ھ، ص: ۶۴۔

(۹) ، بطرس بستانی، دائرہ المعارف الاسلامیہ، ط بیروت، لبنان، ج: ۱۱ ص ۴۰۸

(۱۰) اردو انسائیکلوپیڈیا آف اسلام، ط پنجاب یونیورسٹی، لاہور، ج: ۱۲ ص ۶۲۳۔

(۱۱) بطرس بستانی، اوباء العرب، ج: ۲، ص: ۱۹۳

(۱۲) احمد امین مصری، فجر الاسلام، ط ۱۳۵۷ھ قاہرہ، ج: ۳ ص ۶۳۔

(۱۳) بطرس بستانی، دائرہ معارف اسلامیہ، ط بیروت، لبنان، ج: ۱۱ ص: ۴۰۸

(۱۴) الجامع الصحیح، باب مرجع النبی من الاحزاب، ج: ۳ ص: ۲۱

(۱۵) ابن حزم، جوامع السیرۃ، ط حرار المعارف، قاہرہ، ص: ۵۴۔

(۱۶) ابوزہرہ، ابن حزم، مصر، ص: ۱۹۰

(۱۷) ابوزہر، ابن حزم ، مصر، ص: ۱۹۱

(۱۸) خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ط ۱۳۴۹ھ قاہرہ، ج: ۸، ص: ۳۹۔

(۱۹) ابن ندیم، الفہرست، مکعبہ خیاط، بیروت، لبنان، ج: ۱، ص: ۲۱۶

(۲۰) طہ حاجری ابن حزم صورۃ الاندلس ص: ۱۲۶

(۲۱) انسائیکلو پیڈیا آف اسلام، ج:۱۲،ص:۶۲۴۔ط پنجاب یونیورسٹی، لاہور

(۲۲) الامام صادق والمذاہب الاربعہ، رئیس احمد جعفری،ص:۲۲۰۔ط مکتبہ تعمیر ادب، لاہور ۱۹۶۸ء

(۲۳) مقدمہ الہند، الکوثری

(۲۴) معجم المؤلفین، عمر رضا کحالہ، ج:۹،ص:۲۹۶

(۲۵) ریاض الفقہ، عبدالغنی قادری،ص:۶۷۸۔ط مطبع منصور پریس، ۱۹۶۹، لاہور

(۲۶) نفح الطیب، المقری، ج:۶،ص:۱۱۳۔ط ۱۲۷۹ھ، قاہرہ

(۲۷) کتاب الانساب۔السمعانی۔ص:۲۱۸۔ط بغداد ۱۹۴۵ء

(۲۸) اردو انسائیکلو پیڈیا آف اسلام، ج:۱،ص:۴۸۶، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

(۲۹) ادباء العرب، بطرس بستانی، ج:۲،ص:۱۹۳

(۳۰) ابن حزم، ابوزھرہ،ص:۲۳۷۔ط مصر

(۳۱) المعجب۔عبدالواحد المراکشی۔ص:۲۷۹۔ط ۱۹۶۳، قاہرہ

(۳۲) العلوم والاداب والفنون فی الموحدین، محمد المنوی،ص:۵۳۔ط ۱۳۵۹ھ

المصادر والمراجع

۱۔ ابن حزم، الاحکام، دائرہ المعارف، مصر ۱۳۴۵ھ

۲۔ ابن حزم، المحلی، بیروت ۱۳۴۸ھ،

۳۔ ابن حزم، الفصل فی الملل والنحل، قاہرہ ۱۳۴۷ھ

۴۔ ابن خلکان، وفیات الاعیان، قاہرہ ۱۳۷۵ھ

۵۔ ابن حزم، جمہرۃ انساب العرب، قاہرہ ۱۹۴۸ء

۶۔ ابن حزم، جامع السیرۃ، القاہرہ

۷۔ ابن حزم، طوق الحمامۃ، ۱۹۱۴ء

۸۔ حسن ابراہیم حسن، الفاطمین فی مصر، مطبع الدھریہ، بولاق ۱۹۳۲ھ

۹۔ بطاش کبری، مفتاح السعادہ، حیدرآباد ۱۳۵۶ھ

۱۰۔ حسن ابراہیم حسن، تاریخ الاسلام السیاسی، مصر ۱۹۴۸ء

۱۱۔ خیرالدین الزرکلی، الاعلام، الطبعہ الثانیہ

۱۲۔ السمعانی، کتاب الانساب، بغداد ۱۹۴۵ء

۱۳۔ مسعودی، مروج المذھب، ۱۲۷۸ھ

۱۴۔ المقری، نفح الطیب، قاہرہ، ۱۲۷۹ھ

۱۵۔ الیافعی، مرأۃ الجنان، دائرہ لامعارف، حیدرآباد ۱۳۳۸ھ

۱۶۔ الحموی، معجم الادباء، دائرہ المعارف، مصر